حضرت امام علی النقی علیہ السلام

ڈاکٹر شیخ محمد حسنین*

ولادت اور ادوار حیات

حضرت امام علی النقیؑ کی ولادت ۱۵ء ذی الحج ۲۱۲ ہجری قمری میں مدینہ سے باہر "صریا" نامی مقام پر ہوئی۔ لیکن ابن عیاش کی روایت کے مطابق آپ۔ کی ولادت ۵ء رجب المرجب ۲۱۲ ہجری میں ہوئی۔ آپ کے القاب میں سے "الناصح"، "المفتاح"، "المرتضٰی" اور "متوکل" مشہور ہیں۔ آپ کا مشہور لقب متوکل تھا لیکن متوکل عباسی کے مسند اقتدار پر آنے کے بعد آپ اپنے ماننے والوں کو اس لقب سے پکارنے سے منع فرماتے تھے۔

آپؑ کی شہادت ۳ء رجب المرجب ۲۵۴ ہجری میں سامرہ میں ہوئی۔ آپ نے تقریبا ۴۲ء سال عمر پائی۔ آپؑ کی زندگی کا تقریبا ۲۲ء سال کا دورانیہ مدینہ منورہ میں گذرا اور ۲۰ء سال کا عرصہ سامرہ میں گذرا۔ آپؑ کی زندگی میں پانچ عباسی خلفاء نے مسند اقتدار سنبھالی اور ان حکمرانوں کے اقتدار کے ادوار کے لحاظ سے آپ کی عمر مبارک کو درج ذیل پانچ عمدہ ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ ۲۱۲ سے ۲۲۷ ہجری تک: (۱۵ء سال) مدینہ منورہ میں مأمون کے بھائی "معتصم" کے دور اقتدار میں۔

۲۔ ۲۲۷ سے ۲۳۲ ہجری تک (۵ء سال) مدینہ منورہ میں معتصم کے بیٹے "واثق" کی حکومت میں۔

۳۔ ۲۳۲ سے ۲۴۸ ہجری تک (۱۶ء سال) متوکل عباسی کے دور میں جن میں سے ۲ء سال آپ نے مدینہ منورہ میں گذارے اور ۱۴ء سال کا عرصہ سامرہ میں۔

۴۔ ۲۴۸ سے ۲۵۲ ہجری تک (۴ء سال) جن میں سے پہلے ۶ء ماہ کا عرصہ منتصر اور پھر مستعین کے دور خلافت میں سامرہ میں۔

۵۔ ۲۵۲ سے ۲۵۴ ہجری تک (۲ء سال) کا عرصہ معتز کے دور خلافت میں۔

امامت

حضرت امام محمد تقیؑ کی شہادت کے بعد آپ ۸ء سال کی عمر میں مسند امامت پر فائز ہوئے۔ آپؑ کی اس کم عمری میں امامت بعض لوگوں کیلئے آپ کی امامت پر شک وتردید کا باعث ہو سکتی تھی۔ لیکن آپ کے والد امجد حضرت امام محمد تقیؑ کی آپ کی امامت پر "نص" (تصریح) نے آپ کی امامت کو ثابت کر دیا۔ چنانچہ حضرت امام محمد تقیؑ نے فرمایا:

"انّ الامام بعدی ابنی علی، أمرہ أمری و قولہ قولی و طاعتہ طاعتی و الامامۃ بعدہ فی ابنہ الحسن۔" (1)

یعنی: "میرے بعد میرا بیٹا "علیؑ" امام ہے، ان کا حکم میرا حکم، ان کی بات، میری بات اور ان کی اطاعت، میری اطاعت ہے اور اُن کے بعد امامت ان کے بیٹے "حسنؑ" میں ہے۔"

اسی طرح الکافی میں کلینی سے علی ابن ابراہیم عن ابیہ، عن اسماعیل بن مہران سے روایت ہے کہ جب ابو جعفر (الثانی) حضرت امام محمد تقیؑ کو پہلی بار بغداد بلایا گیا تو میں پریشان تھا:

"قلت لہ عند خروجہ: جعلت فداك انی اخاف علیك فی ھذا الوجہ، فالی من الامر بعدك؟"

---

*۔ ڈائریکٹر نور الہدیٰ مرکز تحقیقات، استاد اصول و فقہ، فلسفہ اسلامی، جامعۃ الرضا، بارہ کہو، اسلام آباد

یعنی: "جب آپؑ نکل رہے تھے میں نے آپؑ کی خدمت میں عرض کی: میں آپؑ پر فدا جاؤں آپ کے اس سفر میں مجھے آپؑ کی زندگی کا خطرہ ہے، (اگر خدانخواستہ کوئی ایسا حادثہ پیش آجاتا ہے تو) آپ کے بعد یہ منصب کس کے پاس ہوگا؟"
اس پر حضرت امام محمد تقیؑ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ اس سال میری زندگی کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔ لیکن روای کا بیان ہے کہ جب دوسری بار آپؑ کو معتصم کے دربار میں بلایا گیا تو اس بار جب میں نے عرض کی:

"جعلت فداك، فانت خارج، فالی من هٰذا الامر من بعدك؟ فبكیٰ حتی اخضلت لحیته"

یعنی: "میں آپ پر قربان جاؤں! آپ جا رہے ہیں تو آپ کے بعد یہ منصب کس کے پاس ہوگا؟ میرے اس سوال پر آپ روئے، یہاں تک کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ پھر آپ - میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "اس بار میری زندگی خطرے میں ہے۔ میرے بعد امامت کا منصب میرے بیٹے "علی" کے حوالے ہے۔" (2)
خلاصہ یہ کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی ان تصریحات کے بعد حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی امامت میں کسی شک کی گنجائش باقی نہ رہی اور خاص و عام پر واضح ہو گیا کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے بعد امام، آپ کے فرزند حضرت علی النقی علیہ السلام ہیں۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام مدینہ میں

آپؑ نے اپنی زندگی کے تقریبا ۲۲ ء سال مدینہ منورہ میں گذارے۔ ابھی آپ کی عمر ۸ء سال تھی کہ امامت کی ذمہ داری آپ کے کندھوں پر آ گئی۔ آپ نے مدینہ میں اپنے ماننے والوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔ البتہ عباسی خلفاء نے چونکہ ائمہ طاہرینؑ کے ارد گرد اپنے جاسوسوں کا گھیرا تنگ کر رکھا تھا لہٰذا ائمہ طاہرینؑ، بالخصوص حضرت امام علی نقیؑ اپنے شیعوں کی بلا واسطہ رہنمائی کرنے کے بجائے اپنے وکیلوں کے ذریعے یہ فریضہ انجام دیتے تھے۔
آپؑ اپنے ماننے والوں سے شرعی رقوم اپنے وکیلوں کے ذریعے وصول فرماتے۔ مختلف علاقوں کے حوالے سے آپ کے وکیلوں کے درج ذیل چار گروہ یا حلقے تھے۔ ایک گروہ مدائن اور عراق کیلئے؛ دوسرا گروہ بصرہ اور اھواز کیلئے؛ تیسرا گروہ قم اور ہمدان کیلئے اور چوتھا گروہ حجاز، یمن اور مصر کیلئے تھا۔ اور آپؑ اپنے ماننے والوں پر اپنے وکیلوں کی اطاعت کو واجب قرار دیتے تھے۔ جیسا کہ نمونے کے طور پر آپ -کے اُس خط سے ظاہر ہوتا ہے جو آپ نے بغداد کے کسی محدود علاقے میں اپنے وکیل "علی بن بلال" کو رقم فرمایا۔ اس خط میں آیا ہے:

"۔۔۔ ثمّ انّی أقمت أبا علی مقام الحسین ابن عبد ربّه و ائتمنته علی ذلك بالمعرفة بما عنده الذی لا یتقدّمه احد۔۔۔"

یعنی: "اب میں نے ابو علی (بن راشد) کو "علی بن حسین بن عبد ربّہ" کی جگہ منصوب کیا ہے۔ میں نے یہ ذمہ داری اس لیے اس کے سپرد کی ہے کیونکہ اس میں مکمل صلاحیت پائی جاتی ہے؛ (صلاحیتوں میں) اُس سے بڑھ کر کوئی بھی نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم اپنے علاقے کے بزرگ ہو اسی لیے میں نے تمہیں آگاہ کرنا چاہا ہے۔ در عین حال، لازم ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے اور وصول شدہ شرعی رقوم اس کے حوالے کی جائیں۔ ہمارے دیگر پیروکاروں کو بھی اس بات کا حکم دو اور انہیں آگاہ کرو کہ اس کی مدد کریں تاکہ وہ اپنے فرائض انجام دے سکے۔۔۔" (3)

ابو علی ابن راشد کے حوالے سے یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان کے بارے میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ: "انّه عاش سعیدا و مات شهیدا" یعنی: "یقینا اس نے سعادت مندی کی زندگی گذاری اور شہادت کی موت پائی۔" (4) بہر حال، بغداد، مدائن اور کوفہ میں آپ کے وکیلوں کے نام آپ کے خطوط سے بھی ایسے ہی مضامین دریافت کیے جا سکتے ہیں۔

امامت اور وکالت

یہاں ایک اہم نکتہ جو ہمیں درس کے طور پر ائمہ طاہرین اور بالخصوص حضرت امام علی نقیؑ کی زندگی اور روش سے ملتا ہے وہ یہ ہے کہ مکتب تشیع میں امامت کے نظام میں وکالت کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس نکتے سے غفلت کی وجہ سے بعض لوگ ہمیشہ گمراہی کا شکار رہے ہیں۔ ان کا گمان یہ ہے کہ ہر شخص کو ہمیشہ بغیر کسی واسطے کے معصوم امام سے احکام و مسائل اور زندگی کے امور میں رہنمائی حاصل ہونا چاہیے۔ حالانکہ تاریخ اسلام میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ تمام مسلمانوں کو بغیر کسی غیر معصوم واسطہ کے معصوم کے دروازے سے رہنمائی ملی ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ایسا ممکن بھی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانہ میں بھی کئی ایسے مواقع پیش آئے جن پر آپ نے بعض انتہائی اہم پیغامات امت کو دیے، لیکن موقعہ پر امت کے تمام افراد موجود نہ تھے۔ لہٰذا آپ نے "فليُبَلِّغِ الشاهدُ الغائبَ" جیسے الفاظ میں یہ حکم دے دیا کہ جو لوگ موجود ہیں وہ میرا پیغام اُن تک پہنچادیں جو موجود نہیں ہیں۔

بنابراین، امت کی ہدایت کا سلسلہ صدر اسلام اور خود پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانے سے امت کے کثیر افراد کیلئے بالواسطہ رہنمائی سے چلتا رہا ہے۔ بالخصوص ائمہ طاہرین نے اپنے ماننے والوں کی رہنمائی اپنے وکیلوں کے ذریعے انجام دی کیونکہ نہ تو آپ کے سب ماننے والوں کو وقت کے امام کی خدمت میں رسائی حاصل ہوتی تھی اور نہ ہی وقت کے ظالم و جابر حکمران انہیں یہ فرصت دیتے کہ وہ آزادانہ اپنے امام سے مل سکیں اور رہنمائی حاصل کرسکیں۔

حضرت امام علی نقیؑ کے وکیلوں کا یہ وسیع حلقہ جہاں مکتب تشیع میں وکالت کے نظام کو اجاگر کرتا ہے وہاں اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ وکیلوں کے ذریعے اپنے ماننے والوں کی رہنمائی انجام دے کر عملی طور پر ائمہ طاہرینؑ اپنے ماننے والوں کو زمانۂ غیبت کیلئے نظریاتی طور پر آمادہ فرمارہے تھے۔ ائمہ طاہرینؑ اپنی زندگی میں اپنے وکیلوں کے ذریعے اپنے شیعوں کی رہنمائی انجام دے کر انہیں زمانۂ غیبت ایسے علماً سے رہنمائی پانے کی تربیت دے رہے تھے جنہیں ائمہ طاہرینؑ نے اپنا خلیفہ اور وکیل قرار دیا ہے۔

لہٰذا وہ لوگ جو آج جہالت کی بنیاد پر یا مادی اور دنیاوی اغراض و مقاصد کے تحت مکتب تشیع کے پاس موجود مرجعیت اور ولایت کے موجودہ نظام کو فقط یہ کہہ کر ٹھکرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ رہنمائی فقط امام سے لینا چاہیے اور ہم امام کے علاوہ کسی کی تقلید نہیں کرتے، انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ خود ائمہؑ کے حضور و ظہور کے زمانے میں بھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ کے سب ماننے والوں نے ڈائریکٹ ان ہستیوں سے رہنمائی پائی ہو، بلکہ ان کی زندگی میں بھی لوگ ان کے وکیلوں سے رہنمائی پاتے تھے۔ اور ائمہ طاہرینؑ کے معین کردہ وکیلوں کے ذریعے رہنمائی کا یہ سلسلہ فقط شرعی مسائل کا حل دریافت کرنے میں محدود نہیں تھا بلکہ ائمہؑ کے ماننے والوں کے دیگر امور کی دیکھ بھال اور نظم و انتظام میں بھی ان کے وکیل انجام دیا کرتے تھے۔

بلا شبہ چونکہ غیبت کے زمانہ میں فقہاء کے ائمہ طاہرینؑ کا وکیل اور خلیفہ ہونے پر ان ہستیوں کی کئی تصریحات موجود ہیں، لہٰذا مکتب تشیع میں موجود مرجعیت اور فقیہ کی ولایت کا نظام کوئی نیا نظریہ اور انہونی بات نہیں ہے۔

حضرت امام علی نقیؑ کا الٰہی مقام و منصب

حضرت امام علی نقیؑ الٰہی خلیفہ تھے اور احکام الٰہی سے سب سے زیادہ آشنا۔ لہٰذا ایک مرتبہ جب ایک عیسائی نے مسلمان عورت سے زنا کیا اور اسے متوکل کے قاضی "یحییٰ بن اکثم" کی عدالت میں لایا گیا تو اس نے فوراً اسلام قبول کرلیا۔ قاضی نے یہ دیکھ کر کہا کہ اب اسے یہ سزا نہیں ملنا چاہیے۔ قاضی کے اس فیصلہ پر کئی بڑے بڑے علماء نے اپنے اپنے فتوے دیے۔ یوں ایک عجیب و غریب ماحول بن گیا۔

متوکل نے جب یہ صورتحال دیکھی تو اس نے امام علی نقیؑ سے خط کے ذریعے اس مسئلہ کا حل دریافت کیا۔ آپ نے اس زانی کی سزا یہ بیان فرمائی کہ اسے اتنا مارا جائے کہ وہ مرجائے۔ درباری قاضی کو امام کا حکم قبول نہ تھا، لہٰذا اس نے اس حکم کی دلیل کا تقاضا کیا۔ خلیفہ نے امام کو اس حکم کی دلیل بیان کرنے کا لکھ بھیجا۔ امام نے جواب میں یہ آیات لکھ بھیجیں:

فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا سُنَّةَ اللهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ (5)

یعنی: " جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے : ہم یکتا خدا پر ایمان لائے اور ہم جنہیں خدا کا شریک قرار دیتے تھے ان سے انکار کرتے ہیں۔ لیکن جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو اب انہیں ان کا ایمان کوئی فائدہ نہیں دے گا، یہ اللہ کا وہ قانون ہے جو اس کے بندوں میں جاری ہے اور اس وقت کفار خسارے میں پڑ گئے۔" (6)

حضرت امام علی نقیؑ سامرہ میں :

جیسا کہ اوپر اشارہ ہوا حضرت امام علی نقیؑ مدینہ میں اپنے ماننے والوں کی رہنمائی میں مصروف تھے۔ یہ دور سیاسی طور پر بنی عباسی کی خلافت کے تنزلزل کا دور تھا۔ ایک طرف عباسی سلطنت ترکوں کے حملوں کا نشانہ تھی اور دوسری طرف درباریوں کی عیاشیاں عروج پر تھیں۔ عباسی خلفاء کی نااہلیاں اور ظلم و ستم اس پر مزید تھا جو ان کی خلافت کے تنزلزل کا سبب بن رہا تھا۔

اس صورتحال میں عباسی خلفاء معمولی سے مخالفت کے شائبہ میں بھی مخالفین کو سرکوب کرتے تھے۔ بالخصوص انہیں معلوم تھا کہ خلافت رسول کے حقیقی جانشین ائمہ اہل بیت اطہارؑ ہیں، لہٰذا انہیں ہمیشہ ائمہ اہل بیتؑ کی طرف سے اپنی خلافت کیلئے خطرہ لاحق رہتا اور ان کی سب سے زیادہ توجہ ائمہ طاہرین کی فعالیت پر جمی رہتی۔ وہ اپنے گورنروں کو خصوصی ہدایات جاری کرتے کہ وہ ائمہ اطہارؑ کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھیں۔

دربار خلافت کے جاسوس بھی اپنی کارکردگی دکھانے کیلئے خواہ مخواہ ائمہ اطہارؑ کے خلاف الٹی سیدھی خبریں دیتے رہتے تھے۔ لہٰذا متوکل کے مدینہ میں گورنر "عبداللہ بن محمد ہاشمی" نے امام علی نقیؑ کے خلاف دربار خلافت میں یہ خط لکھا کہ امام کی اجتماعی شان و منزلت میں بہت اضافہ ہو گیا ہے اور اس سے متوکل کے اقتدار کو سخت خطرہ لاحق ہے۔ جب امام کو اس امر کا پتہ چلا تو آپ نے بھی متوکل کو خط لکھا اور آگاہ فرمایا کہ عبداللہ بن محمد نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔

متوکل نے یہاں سیاسی چال چلی اور ایک طرف تو عبداللہ کو برکنار کر دیا لیکن دوسری طرف امام کو یہ خط لکھوایا کہ وہ آپ کے دیدار کا مشتاق ہے تاکہ تجدید عہد ہو جائے۔ اگر آپ اس سفر کا تمایل رکھتے ہوں تو "یحییٰ بن ہرثمہ" آپ کی رکاب میں ہوگا اور آپ ان کے ہمراہ تشریف لائیں۔ یقیناً یہ ایک سیاسی چال تھی اور امام کو نظربند کرنے کا ایک حربہ تھا۔ حضرت امام علی نقیؑ کے پاس بھی اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا کہ آپ مدینہ سے بغداد کی جانب سفر کیلئے کمربستہ ہو جائیں۔ آپ اس سفر پر اپنے راضی نہ ہونے کا اظہار یوں فرماتے تھے: " مجھے مدینہ سے مجبور کر کے سامرہ لایا گیا ہے۔" (7)

خلاصہ یہ کہ آپؑ کو بغداد اور وہاں سے سامرہ لایا گیا جو اس وقت حکمرانوں کی فوجی چھاونی تھا۔ آپ کو فوجی چھاؤنی میں رکھا گیا۔ اسی وجہ سے آپ کو "عسکری" کہا جاتا ہے۔ آپ ۔کے بعد آپ کے فرزند حضرت امام حسن کو بھی "عسکری" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے کیونکہ انہیں بھی اسی مقام پر رکھا گیا۔

متوکل نے آپؑ کی اہانت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ آپ کو سامرہ میں پہلے دن " خان الصعالیک" یعنی "گداؤں کی کاروانسرا" میں اس بہانے سے رکھا گیا کہ ابھی آپ کا گھر آمادہ نہیں ہے اور یوں آپ کی تحقیر کی کوشش کی گئی۔

درحقیقت عباسی خلیفہ متوکل وہ ملعون تھا جس نے ۲۳۶ ہجری میں حضرت امام حسینؑ کی قبر مطہر کو "دیزج" نامی ایک یہودی کے ہاتھوں مسمار کروایا۔ متوکل نے حضرت امام محمد تقیؑ اور امام علی نقیؑ کے باوفا شاعر "ابن سکیت" سے پوچھا کہ آیا تمہیں میرے دو بیٹے محبوب ہیں یا حسنؑ اور حسینؑ؟ ابن سکیت کو سخت غصہ آیا اور اس نے کہا: "خدا کی قسم! علیؑ کا غلام قنبر بھی میری نظر میں تجھ اور تیری اولاد سے بہتر ہے۔" اس پر متوکل نے جناب ابن سکیت کو شہید کروا دیا۔

لہٰذا اس دشمن اہل بیت نے سامرہ میں حضرت امام علی نقیؑ کے گھر کو جاسوسوں کے محاصرے میں رکھا۔ آپؑ پر بہت سختیاں کی گئیں، کئی بار آپ کے گھر کی تلاشی لی گئی اور کئی حیلوں بہانوں سے آپ کی توہین و تحقیر کی جاتی رہی۔ ایک بار جب آپ کے گھر کی تلاشی لی گئی اور آپ کو متوکل کے پاس لایا گیا تو اس کے سامنے شراب رکھی تھی اور اس نے امام کو شراب پیش کرنے کی جسارت کی۔ آپؑ نے فرمایا:

''خدا کی قسم! میرا گوشت اور خون ایسی نجاست سے کبھی آلودہ نہیں ہوا۔''

تب اس نے آپ سے اشعار پڑھنے کا تقاضا کیا۔ آپ نے فرمایا مجھے اشعار پڑھنے سے معاف رکھو، لیکن جب متوکل کا اصرار بڑھا تو آپ نے دنیا پرست بادشاہوں کی مذمت میں یہ اشعار پڑھے:

بَانُوْا عَلٰی قُلَلِ الْجِبَالِ تَحرِسُهُمْ　　غَلَبَ الرِّجَالُ فَمَا اَغْنَتْهُمُ الْقُلَلُ

وَ اسْتَنْزَلُوْا بَعْدَ عِزٍّ عَنْ مَعَاقِلِهِمْ　　فَاُوْدِعُوْا حُفَرًا يَا بِئْسَ مَا نَزَلُوْا

نَادَاهُمْ صَارِخٌ مِنْ بَعْدِ مَا قُبِرُوْا　　أَيْنَ الْاَسَاوِرُ وَ التِّيْجَانُ وَ الْحُلَلُ؟

یعنی: ''انہوں نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر قلعے بنائے؛ اس خیال سے کہ یہ قلعے انہیں بچا لیں گے؛ لیکن ان پر (مخالف) افراد غالب آ گئے اور پہاڑوں کی چوٹیاں انہیں نہ بچا سکیں۔ اور انہیں شان و شوکت کے بعد ان کے شاہی ٹھکانوں سے نکال دیا گیا اور انہیں قبروں کے سپرد کر دیا گیا جو بہت ہی برے ٹھکانے ہیں۔ جب انہیں قبروں میں لٹا دیا گیا تو ندا دینے والے نے ندا دی: اے بادشاہو! کہاں گئے تمہارے زیورات، تاج اور قیمتی پوشاکیں؟!۔۔۔''

جب حضرت امام علی نقیؑ نے یہ اشعار پڑھے تو آپ-کے کلام میں اتنی تاثیر تھی کہ متوکل بہت رویا؛ یہاں تک کہ اس کی ریش آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ شراب کی بساط اٹھا لی گئی اور امام کو ۴ ہزار درہم دے کر احترام کے ساتھ واپس گھر بھجوا دیا گیا۔ (8)

ایسے واقعات کی روشنی میں اگرچہ متوکل جیسے سب خلفاء کیلئے یہ امر روشن تھا کہ رسول خداﷺ کے حقیقی جانشین وہ نہیں بلکہ ائمہ اہل بیتؑ ہیں، لیکن دنیا پرستی اور اقتدار کی ہوس نے انہیں اتنا اندھا بنا دیا تھا کہ وہ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی عالم کائنات کے معصوم ترین انسانوں پر بھی ظلم سے باز نہیں آتے تھے۔ لہٰذا متوکل حضرت امام علی نقیؑ کو طرح طرح کی اذیتیں دیتا رہا۔ اس نے آپؑ اور آپؑ کے ماننے والوں کے درمیان جدائی ڈالنے کیلئے جاسوس مقرر کر دیے۔ آپؑ کے گھر کا سخت پہرہ دیا جاتا۔

چنانچہ منصوری نے، اپنے چچا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ ایک دن متوکل کے پاس گیا۔ متوکل شراب پی رہا تھا اور اس نے اسے بھی یہ شراب پیش کی۔ جب اس نے شراب پینے سے انکار کیا تو اس ملعون نے کہا تم ہمارے ساتھ کہاں شراب پیوگے تم تو علی ابن محمد کے ہمراہ پیتے ہو۔ یہ جملہ کہنے سے متوکل کا مقصد یہ تھا کہ یوں فرزند رسول حضرت امام علی نقیؑ پر شراب پینے کی پلید تہمت لگائے۔ ویسے بھی مکتب اہل بیتؑ کے دشمنوں کو جب اس مکتب کے ائمہؑ اور ان کے پیروکاروں کے خلاف کوئی دلیل نہیں ملتی تو وہ بہتان تراشیوں کا سہارا لیتے ہیں۔ لیکن

''وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے!''

چنانچہ یہی شخص کہتا ہے کہ ایک مرتبہ متوکل کے جاسوسوں نے خبر دی کہ قم سے امام کیلئے شرعی رقوم اور مال لایا جا رہا ہے۔ اس خبر پر آپ کے گھر پہ پہرہ لگا دیا گیا۔ میں پریشانی کے عالم میں امام کی خدمت میں پہنچا اور آپ کو معاملہ سے آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ پریشان نہ ہو کچھ نہیں ہوگا اور مجھے رات کو اپنے ہاں ٹھہرنے کا کہا۔ میں ٹھہر گیا۔ رات کے کسی وقت آپ نے مجھے حکم دیا کہ جاؤ وہ شخص آیا ہے، خادم نے اسے دروازے پر روکا ہوا ہے۔ آپ جاؤ اور اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اس سے وصول کر لو۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جاؤ اس سے کہو کہ وہ پیراہن دو جو قمی خاتون نے تمہارے حوالے کیا ہے او رکہا ہے کہ یہ اس کی دادی کا ذخیرہ تھا۔ جب میں وہ پیراہن آپ کی خدمت میں لایا تو آپ نے فرمایا: اس سے کہو کہ وہ پیراہن جو تم نے تبدیل کر کیا ہے، وہ ہمارے حوالے کرو۔ جب میں نے اسے یہ کہا تو اس نے جواب دیا کہ میری بیٹی کو وہ پیراہن پسند آگیا تھا لہٰذا میں نے وہ پیراہن

اسے دے دیا ہے اور اس کی جگہ یہ پیراہن لایا ہوں۔ میں ابھی جاتا ہوں اور وہ پیراہن لے کر آوں گا۔ میں نے جب امام علی نقی - کو یہ بتایا تو آپ نے فرمایا: اس سے کہو کہ:

''اِنَّ اللہَ یَحۡفِظُ لَنَا وَعَلَیۡنَا''

یعنی: ''بے شک اللہ ہمارے لیے (ہمارے جان و مال کی) حفاظت کرتا ہے اور ہمارے (اعمال کے) اوپر حافظ بھی ہے۔''

اپنی بغل سے وہ پیراہن نکالو اور ہمارے حوالے کرو۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ اس نے بغل میں وہ پیراہن دبایا ہوا تھا۔ لیکن امام علی نقیؑ کا یہ فرمان سن کر اس پر غشی طاری ہو گئی۔ اس دوران آپ تشریف لائے اور فرمایا:

''قَدۡ کُنۡتَ شَاکّاً فَتَیَقَّنۡتَ''۔

یعنی: ''اے شخص! تمہیں (ہماری امامت میں) شک تھا، لو اب تو یقین ہوا'' (9)

حضرت امام علی النقیؑ کی متوکل پر نفرین

بہر حال متوکل کی اہل بیت دشمنی جاری رہی۔ اس نے بارہا حضرت امام علی نقیؑ کی توہین کا ارتکاب کیا۔ ایک مرتبہ جب اس نے اپنے تمام درباریوں پر فتح بن خاقان کی بالادستی ثابت کرنا چاہی تو اپنے تمام درباریوں اور وزیروں وغیرہ کو حکم دیا کہ سب بہترین لباس پہن کر اس کے سامنے نکلیں، کوئی کسی مرکب پر سوار نہ ہو۔ فقط خود متوکل اور فتح بن خاقان مرکب پر سوار تھے۔ اس واقعہ میں حضرت امام علی نقیؑ کو بھی سخت گرمی میں اہانت کے ساتھ پیدل چلایا گیا۔ آپ - کے ایک مؤمن جناب زرافہ کا کہنا ہے کہ جب میں امامؑ کے قریب ہوا تو آپؑ نے فرمایا:

''یَازَرَافَۃُ! مَانَاقَۃُ صَالِحٍ عِنۡدَ اللہِ بِاَکۡرَمَ مِنِّی'' او قال: ''بِأَعۡظَمَ قَدَراً مَنِّی''۔

یعنی: ''اے زرافہ! حضرت صالح کی ناقہ خدا کی بارگاہ میں مجھ سے زیادہ صاحب کرامت نہیں ہے'' (یا فرمایا) ''مجھ سے زیادہ قدر و منزلت نہیں رکھتی۔''

جب زرافہ نے اس بات کا تذکرہ اپنے بچوں کے معلم سے کیا تو اس نے کہا کہ اگر امام ہادیؑ نے یہ فرمایا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تین دن کے اندر اندر متوکل ہلاک ہو جائے گا اور اس نے قرآن کریم میں حضرت صالح کی داستان کی اس آیت کو شاہد بنایا جس میں ارشاد پروردگار ہے:

۔۔۔ تَمَتَّعُوا فِی دَارِکُمۡ ثَلَاثَۃَ أَیَّامٍ ذَٰلِکَ وَعۡدٌ غَیۡرُ مَکۡذُوبٍ

یعنی: ''تم لوگ اپنے گھروں میں بس تین دن تک مزے اڑالو، کہ یہ ایک ناقابل تکذیب وعدہ ہے۔'' (10)

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ادھر متوکل نے ایک خنثیٰ کے ذریعے مولائے متقیان حضرت امام علیؑ کی توہین کا ارتکاب کیا۔ یہ واقعہ اس کے بیٹے منتصر پر جو کہ خاندان اہل بیت سے محبت رکھتا تھا، بہت گراں گذرا اور اس نے دربار کے کچھ دیگر لوگوں کے ساتھ مل کر متوکل اور فتح بن خاقان کو قتل کر ڈالا اور ان کی لاشوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

راوی کا کہنا ہے کہ میں متوکل کی ہلاکت کے بعد حضرت امام ہادیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اپنے بچوں کے معلم کی بات جب آپ کی خدمت میں عرض کی تو آپؑ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا ہے۔ اس دن مجھ پر بہت سخت گذرا۔ للذا میں نے اس مخفی خزانے کا رخ کیا جو مجھے میرے اجداد سے ورثہ میں ملا ہے اور میں نے متوکل پر نفرین کی اور خداوند تعالی نے ظالم کے خلاف مظلوم کی نفرین مستجاب فرمائی۔ (11)

متوکل کی ہلاکت کے بعد اس کا بیٹا منتصر حاکم بنا لیکن وہ فقط ۶ ماہ تک خلافت پر رہا۔ منتصر کے بارے میں بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ اسے اہل بیت اطہارؑ سے عقیدت تھی لیکن وہ اس مختصر عرصہ میں ائمہ اطہارؑ اور آپ کے ماننے والوں کیلئے کوئی خاص اقدامات نہ اُٹھا سکا۔ ہاں اس نے اس مختصر عرصہ میں حضرت امام حسینؑ کی زیارت سے پابندی اٹھوالی اور مدینہ میں اہل بیتؑ کا احترام و اکرام بحال کر دیا اور علویوں کے موقوفات واپس کر دیے۔

حضرت امام علی النقیؑ کی تعلیمات

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے، حضرت امام علی نقیؑ کی امامت کا فقط ۱۴ سال کا عرصہ امامت مدینہ میں اور ۲۰ سال کا عرصہ سامرہ میں حکومت وقت کے زیر نظر گذرا لہٰذا آپ کھل کر اپنے ماننے والوں کی رہنمائی نہ کر سکے۔ شاید یہی وجہ ہے مملکت اسلامی کے مختلف علاقوں میں بسنے والے اپنے شیعوں کی اپنے وکیلوں کے ذریعے رہنمائی کے باوجود بھی فقہ جعفریہ کے باب میں حضرت امام ہادیؑ سے بہت کم احادیث نقل ہوئی ہیں۔

بہر حال آپ کی تعلیمات اپنے جد امجد رسولخدا ﷺ کی تعلیمات ہی تھیں۔ آپ نے ہمیشہ اپنے ماننے والوں کا خدائے واحد کی بندگی و عبادت، رسولخدا ﷺ کی اطاعت اور رسولخدا ﷺ کے حقیقی جانشینوں کی ولایت کا درس دیا۔ چنانچہ توحید باری تعالی کے دفاع میں دیگر ائمہ طاہرینؑ کی طرح آپ -نے بھی ہر قسم کے شرک اور غلو کا بڑی سختی سے مقابلہ فرمایا۔

آپؑ کے دور امامت میں غالیوں کی ایک جماعت بڑی شدت سے سرگرم عمل تھی۔ جن میں سے "علی بن حسکہ" قمی، قاسم یقطینی، فارس بن حاتم وغیرہ شامل تھے۔ یہ جماعت لوگوں کو گمراہ کرتی تھی؛ یہاں تک کہ خود حضرت امام علی نقیؑ کے حوالے سے انہوں نے لوگوں میں یہ تبلیغ شروع کر دی کہ نعوذ باللہ امام علی نقی الہادیؑ عالم ہستی کے خالق اور پروردگار ہیں۔ وہ آپ کو مدبر ہستی قرار دیتے تھے۔ آپ نے اپنے ایک خط میں "ابن حسکہ" کے بارے میں لکھا:

"ابن حسکہ نے، کہ اس پر خدا کی لعنت ہو، جھوٹ بولا ہے۔ میں اسے اپنے دوستوں اور پیروکاروں سے قرار نہیں دیتا۔ اسے کیا ہو گیا ہے؟ اس پر خدا کی لعنت ہو۔ خدا کی قسم! خداوند تعالی نے محمد ﷺ اور آپ سے پہلے کے پیغمبروں کو توحید اور نماز و زکات اور حج اور ولایت کے علاوہ کوئی حکم دیکر نہیں بھیجا ہے اور محمد ﷺ نے خدائے واحد کے سوا کسی کی طرف نہیں بلایا۔

اور ہم بھی آپ کے جانشین اور خدا کے بندے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔۔۔ میں ایک ایسے شخص سے بیزار ہوں جو ایسی باتیں کرتا ہے اور خدا کی پناہ لیتا ہوں اور تم بھی ان سے دور رہو اور ان پر سختی کرو اور اگر تمہارا ان میں سے کسی پر بس چلے تو اس کا سر پتھر سے کچل دو۔" (12)

آپ نے ایسا ہی ایک خط "عبیدی" کے نام لکھا جس میں محمد بن نصر فہریہ اور حسن بن محمد بابای قمی سے اپنی بیزاری کا اظہار فرمایا۔

توحید باری تعالی کی تبلیغ اور دفاع کے علاوہ آپؑ نے عقائد و احکام اور اسلامی اخلاقیات و عبادات کے باب میں بھی اپنے ماننے والوں کی رہنمائی فرمائی۔ حج کے بعض احکام میں، قضا نمازوں میں اذان و اقامت کے باب میں، نیز عبادات و مناجات کے باب میں آپ نے اپنے ماننے والوں کی رہنمائی فرمائی۔ یہاں اختتام پر ہم آپ کی وہ نورانی حدیث نقل کرتے ہیں جو آپ نے اپنی شہادت سے پہلے جناب ابو دعامہؒ سے ارشاد فرمائی۔ جب ابو دعامہؒ آپ کی عیادت کیلئے آیا تو آپؑ نے اس سے یہ حدیث بیان فرمائی:

۔۔۔ قال: حدّثنی أبی محمد ابن علی، قال: حدّثنی أبی علیّ ابن موسیٰ، قال: حدّثنی أبی موسی ابن جعفر، قال: حدّثنی أبی جعفر ابن محمد، قال: حدّثنی أبی محمد ابن علی، قال: حدّثنی أبی علی ابن الحسین، قال: حدّثنی أبی الحسین ابن علی، قال: حدّثنی أبی علی ابن ابی طالب، قال: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اُكْتُبْ يَا عَلِيُّ! قَالَ: قُلْتُ: مَا اَكْتُبُ؟ قَالَ لِيْ اُكْتُبْ: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اَلْاِيْمَانُ مَا وَقَّرَتْهُ الْقُلُوْبُ وُصَدَّقَتْهُ الْاَعْمَالُ وَالْاِسْلَامُ مَا جَرَى بِهِ اللِّسَانُ وَحَلَّتْ بِهِ الْمُنَاكِحَةُ۔" (13)

یعنی: "مجھے سے میرے والد محمد ابن علیؑ نے بیان فرمایا؛ فرمایا کہ مجھ سے میرے والد علی ابن موسیٰؑ نے بیان فرمایا؛ فرمایا کہ مجھے سے میرے والد موسی ابن جعفرؑ نے بیان فرمایا؛ فرمایا کہ مجھ سے میرے والد جعفر ابن محمدؑ نے بیان فرمایا؛ فرمایا کہ مجھ سے میرے والد محمد ابن علیؑ نے بیان فرمایا؛ فرمایا کہ مجھ سے میرے والد علی ابن الحسینؑ نے بیان فرمایا؛ فرمایا کہ مجھ سے میرے والد حسین ابن علیؑ نے بیان

فرمایا؛ فرمایا کہ مجھ سے میرے والد علی ابن ابی طالبؑ نے بیان فرمایا؛ فرمایا کہ مجھے رسولخدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: یا علیؑ لکھیے! میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا لکھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: لکھیے:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ایمان اس درونی حالت کا نام ہے جو دلوں میں پائی جاتی ہے اور انسان کے ظاہری اعمال اس کی تصدیق کرتے ہیں؛ جبکہ اسلام اس (گواہی) کا نام ہے جو زبان پر جاری ہوتی ہے، جس کے ذریعے نکاح حلال ہو جاتا ہے۔"

ابو دعامہؒ کا کہنا ہے کہ جب میں نے یہ حدیث سنی تو میں نے عرض کی: " اے فرزند رسول! مجھے نہیں معلوم کونسی چیز زیادہ زیبا ہے، آیا حدیث کا متن یا حدیث کی سند! ؟ اس پر امام علی نقیؑ نے فرمایا: یہ حدیث اس دفتر میں ہے جو امیر المؤمنین کے خط سے اور پیغمبر اکرم ﷺ کی املاء سے لکھا گیا ہے اور نسل در نسل ہمیں ورثہ میں منتقل ہوتا آرہا ہے۔"

حضرت امام علی نقیؑ کی شہادت

اگرچہ ابن شہر آشوب کی المناقب کے مطابق آپ کی شہادت معتمد کے دور اقتدار میں ہوئی لیکن اکثر مؤرخین نے آپ کی شہادت معتز کے دور اقتدار کے اواخر میں لکھی ہے اور آپؑ کی شہادت کا سبب اس زہر کو قرار دیا گیا ہے جو معتز نے آپؑ کو دلوائی۔ آپؑ کی قبر مطہر سامرہ میں ہے اور آپ کو اپنے گھر ہی میں دفن کیا گیا۔

*****

حوالہ جات

1۔ بحار الانوار، المجلسی، / ج ۵۰، ص ۱۱۸۔

2۔ ایضا۔

3۔ طوسی، اختیار معرفۃ الرجال / ج ۲، مؤسسۃ آل البیت لاحیاء التراث، ص ۷۹۹۔

4۔ منتہی المطلب، علامہ حلی، ج ۴، ص ۲۱۳، حاشیہ۔

5۔ غافر / ۸۴، ۸۵۔

6۔ سیرہ پیشوایان، علی مھدی پیشوائی، ص ۶۰۰، قم۔

7۔ ایضا، / ص /۵۸۰

8۔ یاد رہے بعض مؤرخین نے یہ گمان ظاہر کیا ہے کہ یہ اشعار حضرت امام محمد تقیؑ نے ارشاد فرمائے۔ دیکھیے:
بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۲۱۱، بحوالہ مروج الذہب، مسعودی؛ کنز الفوائد، ابو الفتح الکراجکی، ص ۱۵۸، قم۔

9۔ امالی الشیخ الطوسی، ص ۲۷۶، دار الثقافۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، قم؛ مناقب آل ابی طالب، ابن شہر آشوب، ص ۵۱۶، مطبعہ الحیدریہ، النجف الاشرف۔

10۔ ہود / ۶۵ سس

11۔ المصباح الکفعمی، ص ۲۰۸، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت؛ مقتل معصومین، صص ۵۱۸ تا ۵۲۲؛ پژوہشکدہ باقر العلوم، قم۔

12۔ طوسی، اختیار معرفۃ الرجال، ص ۸۰۴۔

13۔ الرعایۃ فی علم الدرایۃ، الشہید الثانی، ص، ۲۶۳، الہامش، مکتبۃ المرعشی النجفی، قم، بنقل از المسعودی، مروج الذہب، ج ۴ ص ۸۵۔